بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں سزاؤں سے متعلق احکامات

(Penal Code in Islam)

صادق امین محمد

یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فضل ہی ہے کہ اس نے نبی کریم ﷺ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور مسلم امت نے خلافت کے دور میں دین اسلام کو پوری انسانیت تک لے جانے کا فریضہ انجام دیا۔ اسلام صرف ایک مذہب نہیں بلکہ ایک مکمل نظام اور ضابطہ حیات ہے جس سے زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی ملتی ہے چاہے وہ اخلاقیات اور عبادات ہوں یا سیاسی، اقتصادی اور معاشرتی نظام ہو، خارجہ امور ہوں یا تعلیم، اسلام میں سب ہی پہلوؤں کے متعلق احکامات اور ہدایات موجود ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے:۔«وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ ٱلْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا» "اے محمدؐ! ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اسکے آگے موجود ہے اُسکی تصدیق کرنے والی اور اس پر حاوی ہے لہٰذا تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمہارے پاس آیا ہے اُس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کر دی ہے" (سورۃ المائدۃ48)۔ پس شریعتِ محمدی جو قرآن وسنت کی شکل میں ہمارے پاس موجود و محفوظ ہے، میں عدلیہ، جرائم، گواہیوں، سزاؤں کے متعلق تفصیلی احکامات موجود ہیں جنہیں ریاست نافذ کرتی ہے۔ ریاستِ خلافت 1300 سال تک ان قوانین کے نفاذ کے ذریعے اپنے شہریوں کو عدل وانصاف فراہم کرتی رہی۔ اس خطہ برصغیر میں بھی یہی شرعی قوانین نافذ تھے یہاں تک کہ انگریزوں نے آکر انہیں منسوخ کر دیا، اور لوگوں کے درمیان تنازعات کے فیصلے کفریہ قوانین کے ذریعے ہونے لگے۔ برطانوی استعمار سے نجات حاصل کر لینے کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ عقوبات سے متعلق اسلامی قوانین کو نافذ کیا جاتا، مگر پاکستان کی سیاسی اشرافیہ جو ذہنی طور پر برطانیہ کی غلام تھی، نے انگریزی قانون کو ہی کچھ ردوبدل کے ساتھ جاری رکھا اور اس بات کو نظر انداز کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے:((ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفاسقون)) "اور جو کوئی بھی اللہ کے نازل کردہ احکامات کے ذریعے فیصلے نہ کرے"۔ آج پاکستان میں بڑھتی ہوئی جرائم کی شرح کی نمایاں وجہ اسلام کے عدالتی اور سزاؤں کے نظام کا عدم نفاذ ہے۔

پاکستان کے مسلمانوں میں اسلام کے عدم نفاذ کی احساس کو کم کرنے کے لیے حدود سے متعلق احکامات کو جزوی طور پر اور غیر احسن انداز میں نافذ کیا گیا جبکہ عدالتی ڈھانچہ، گواہیوں کا نظام اور جرائم کے تعین سے متعلق احکامات کفریہ تصورات پر ہی استوار رہے، چنانچہ "اسلامائزیشن" کا یہ تجربہ پاکستان کے مسلمانوں کی زندگیوں پر کوئی اثرات مرتب نہ کر سکا۔

آج کفریہ قوانین تلے دہائیاں گزارنے کی وجہ سے اسلام کی سزاؤں اور عدالتی نظام کا فہم مبہم ہو چکا ہے اس پر مستزاد یہ کہ استعمار کی ثقافتی یلغار نے بعض مسلمانوں کے اذہان میں اسلامی قوانین کے موزوں ہونے کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کر دیے ہیں۔ اس مضمون کا مقصد اسلام کے نظام عقوبات کی ایک جھلک پیش کرنا ہے۔ اللہ کرے مسلمان جلد ریاستِ خلافت کے دوبارہ قیام کے ذریعے محمد ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو جامع انداز میں نافذ کریں اور مسلم معاشرہ دوبارا ایسا بن جائے کہ جہاں جرائم کی شرح اس قدر کم ہو کہ مسلمانوں کے کان جرم کی خبروں سے غیر مانوس ہو جائیں۔

شرعی سزاؤں کی اقسام

شرعی عقوبات یعنی سزاؤں کی چار اقسام ہیں۔

1۔ حدود(punishment for exceeding limits)

2۔ جنایات(punishment for crimes)

3۔ تعزیر(discretionary punishment / warning)

4۔ مخالفات(punishment for violations)

جرم کی تعریف

اس سے پہلے کہ شرعی سزاؤں کی مخصوص اقسام کی تفصیل میں جائیں پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ شرع نے جرم کی تعریف کیا رکھی ہے۔ شریعت نے انسانوں کے عمل سے متعلق احکامات کو پانچ اقسام میں رکھا ہے، فرض، مندوب، مباح، مکروہ اور حرام۔ چنانچہ فرض وہ عمل ہے جس کو کرنا لازم اور ترک کرنا گناہ ہے، مندوب وہ عمل ہے جس کو کرنے کا ثواب ہے مگر چھوڑنے پر کوئی گناہ نہیں ہے، مباح وہ عمل ہے جس کا نہ ثواب اور نہ کوئی گناہ ہے، مکروہ وہ عمل ہے جس کا گناہ تو نہیں، البتہ ترک کرنے کا اجر ہے، اور حرام ہر وہ عمل ہے کہ جس سے بچنا واجب ہے اور اسے کرنا گناہ کا باعث ہے۔

اسلام میں سزائیں فرض کو ترک کرنے، کوئی حرام عمل کرنے یا ریاست کے نظم (administration) کی خلاف ورزی کی صورت میں عائد ہوتی ہیں۔ لہٰذا جرم دراصل وہ برا عمل ہے جس کو شرع نے ناقابلِ قبول قرار دیا یعنی یا تو اس عمل کو حرام ٹھہرایا یا اس کی کوئی سزا رکھی۔ لیکن وہ اعمال جن کو شرع نے برا نہیں ٹھہرایا تو وہ جرم کی تعریف میں شامل نہیں۔ اسی طرح مکروہ اور مباح اعمال کی عمومی طور پر کوئی سزا نہیں۔ لیکن شرع نے لوگوں کے امور سے متعلق کچھ مباح معاملات میں خلیفہ کو اختیار دیا ہے کہ جن کی خلاف ورزی پر خلیفہ سزا مقرر کر سکتا ہے جو کہ مخالفات کے ضمرے میں آتے ہیں، مثلاً: ٹریفک کے قوانین، عمارتوں کی تعمیر سے متعلق قوانین جو مباحات میں شامل ہیں۔ اسی طرح کسی مندوب عمل کو ترک کرنے یا مکروہ عمل کرنے پر سزا نہیں کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے صرف قطعی طور پر لازم احکامات کی نافرمانی پر سزا رکھی ہے نہ کہ مباح یا مکروہ عمل کرنے پر۔

لہٰذا وہ تمام اعمال جو قطعی دلیل سے جرم کہلاتے ہیں اور ان اعمال کی خلاف ورزی جو اجتہاد کے نتیجے میں خلیفہ اسلامی ریاست پر نفاذ کے لئے تبنی (adopt) کرتا ہے جرم کی تعریف میں شامل ہیں۔

شرعی سزائیں ہی کیوں

جرم کرنا انسان کی ذات میں فطری طور پر موجود نہیں، نہ ہی قانون کی خلاف ورزی اس کی عادت ہے اور نہ ہی یہ بیماری ہے جس کی وجہ سے انسان جرم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اندر جبلتیں اور جسمانی حاجات رکھی ہیں جن کو سیراب کرنے کے لئے انسان کوشش کرتا ہے۔ اگر ان کو بغیر کسی نظام کے چھوڑ دیا جائے تو یہ صحیح طریقے سے پوری نہیں ہوں گی اور انسان کی بدبختی پر منتج ہوں گی۔ لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے شریعت میں انسانوں کے اعمال سے متعلق تفصیلی ہدایات دی ہیں جنہیں ہم احکامِ شریعت کہتے ہیں۔ شرع نے ہی حلال و حرام کا بتایا ہے اور اوامر و نواہی طے کر دیے ہیں اور انسان سے تقاضا کیا ہے کہ وہ اوامر کو سرانجام دے اور نواہی سے اجتناب کرے۔ پس جو اوامر کو پورا نہیں کرتا اور نواہی سے اجتناب نہیں کرتا تو شریعت کے نقطہ نظر سے اس نے قبیح عمل کیا جس پر سزا ملے گی۔

سزاؤں کی غیر موجودگی میں معاشرہ برائیوں سے دور نہیں رہ سکتا جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:۔ **«وَلَكُمْ فِى ٱلْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ»** "تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے"۔ اللہ نے قصاص (یعنی قاتل کو مقتول کے بدلے میں قتل کرنے) کو معاشرے کے لئے زندگی قرار دیا کیونکہ اگر قاتل کو یہ پتہ ہوتا کہ اگر اس نے کسی کو قتل کیا تو اسے بدلے میں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا تو امکان تھا کہ وہ یہ قبیح فعل سرانجام دینے سے باز رہتا اور یوں جانیں محفوظ رہتیں۔

جب دنیا میں مسلمان کو کسی جرم کی وجہ شرعی سزا دی جاتی ہے تو وہ اس جرم کی توبہ کرنے سے آخرت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:۔ **ومن أصاب من ذلك شيئاً فعوقب به فهو كفارة له، ومن أصاب من ذلك شيئاً فستره الله عليه إن شاء غفر له، وإن شاء عذبه** "جو کوئی ان میں سے کوئی فعل کر بیٹھے گا پھر اسکو دنیا میں اسکی سزا ملے تو وہی اس کے کیے کا کفارہ ہے اور دنیا میں جس کے ایسے فعل کو اللہ تعالیٰ چھپالے تو (آخرت میں) اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے اس کو معاف کر دے چاہے عذاب دے" (صحیح مسلم 4461) اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔ **قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لاَ تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ** "(اے نبیؐ) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو، جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور و رحیم ہے" (سورۃ الزمر 53)۔

یہی وجہ ہے ہم اسلامی تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ مدینہ کی اسلامی ریاست میں زنا کے مرتکب لوگ خود ہی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کر لیتے اور جیسا کہ احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ان پر حد نافذ کرتے۔ چنانچہ آخرت کے دردناک عذاب کے خوف سے وہ توبہ کر کے خود اعتراف کرتے تا کہ دنیا کی سزا کے بدلے آخرت کے عذاب سے بچ جائیں۔

یوں شرعی سزاؤں کے دو نتائج ہیں: اول تو شرعی سزائیں "(حرام سے) روکنے" (deterrence) کا باعث ہیں جس سے لوگوں کے تحفظ کو یقینی بنایا جاتا ہے اور انہیں شر سے دور رکھا جاتا ہے۔ شرعی سزاؤں کا عبرت ناک ہونا معاشرے کے لئے ایک حفاظتی تدبیر ہے تا کہ سخت سزاؤں کے ہوتے ہوئے کوئی جرم کرنے کا سوچ بھی نہ سکے۔ دوسرا یہ کہ شرعی سزاؤں کے نفاذ سے گناہگار آخرت کے عذاب سے بچتا ہے۔

شرعی سزاؤں کو نافذ کرنے کا اختیار کسے حاصل ہے:

شرعی سزاؤں کو نافذ کرنے کی ذمہ داری امام یا خلیفہ کی ہے جو ریاست کے ذریعے انہیں نافذ کرتا ہے، کسی بھی فرد یا گروہ یا تنظیم کو یہ حق حاصل نہیں اور نہ ہی اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ لوگوں پر سزاؤں کا نفاذ کرے۔ خلیفہ کو یہ اختیار بیعت کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ امت خلیفہ کو بیعت اس شرط پر دیتی ہے کہ وہ ان پر شرعی احکامات کا نفاذ کرے گا۔ جبکہ کسی فرد یا جماعت یا تنظیم کو لوگوں کی طرف سے بطور حکمران بیعت نہیں دی گئی اور نہ ہی وہ مسلمانوں کے اولی الامر کہلا سکتی ہے۔ خلیفہ ہی مسلمانوں کے امور کی دیکھ بھال کرتا ہے، وہی احکامِ شرعیہ کو قوانین کے طور پر اختیار کرتا ہے اور انہیں نافذ کرتا ہے اور اسے ہی ان احکامات کی خلاف ورزی پر سزا دینے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الإِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ "امام (خلیفہ) نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا"۔

شرعی سزاؤں کی اقسام اور ان کا مختصر بیان

شرع نے سزاؤں کو عموماً چار اقسام کے طور پر پیش کیا ہے۔ان کی مختصر تفصیل درج ذیل ہے:

1۔حدود:

شرع نے حدود خصوصاً ان سزاؤں کو کہا ہے جو ایسے گناہ والے اعمال کے نتیجے میں عائد ہوتی ہیں جن کی سزا لینا اللہ سبحانہ وتعالی کا حق ہے نہ کہ بندوں یا ریاست کا۔یہی وجہ ہے کہ شرع نے حدود کی تمام سزاؤں کو واضح طور پر (explicitly) بتا دیا اور کسی شخص یا اسلامی ریاست کو یہ اختیار نہیں دیا کہ اس سزا کو اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے معاف کر دے۔مثال کے طور پر اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:۔ **«الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَلاَ تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ»** " بدکار عورت اور بدکار مرد سو دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو اور تمہیں اللہ کے معاملہ میں ان پر ذرا رحم نہ آنا چاہیئے"۔اور فرمایا:۔**«وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلًا مِّنَ ٱللَّهِ»** "اور چور، خواہ عورت ہو یا مرد، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اُن کے کیے کا بدلہ ہے اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا" (سورۃ المائدۃ 38)۔لہٰذا حدود کی سزائیں اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے ہوتی ہیں جن کو اسلامی ریاست نافذ کرتی ہے۔

اسی حوالے سے ایک مشہور روایت ہمارے سامنے ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔**«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ فَعَلَتْ ذَلِكَ، لَقَطَعْتُ يَدَهَا»** "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ نے بھی چوری کی ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا" (صحیح بخاری 6787)۔مختلف صحیح احادیث سے واضح ہے کہ یہ کسی کے اختیار میں نہیں کہ مقررہ حدود کی خلاف ورزی کو معاف کر دے کیونکہ ان کی سزا لینا اللہ کا حق ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے کسی حد کی معافی کا ذکر نہیں فرمایا ماسوائے اخلاص کے ساتھ توبہ کرنے سے، کہ جس کے نتیجے میں مسلمان آخرت کے عذاب سے بچ جاتا ہے لیکن دنیاوی سزا (حد) اس پر لازم ہوتی ہے۔اللہ سبحانہ وتعالی فرماتا ہے:۔**«قُلْ يَاعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لاَ تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ»** "(اے نبیؐ) کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ تو غفور ورحیم ہے۔"

چنانچہ چوری، زنا، ہم جنس پرستی، شراب نوشی، ارتداد، قذف، شاہراہوں پر ڈاکہ زنی، اسلامی ریاست کے خلاف بغاوت کی سزائیں حدود میں شمار ہیں جنہیں اسلامی ریاست نافذ کرتی ہے اور ان سزاؤں میں کسی معافی کی گنجائش نہیں۔

2۔جنایات:

جہاں تک جنایات کا تعلق ہے تو شرع نے کچھ سزاؤں کو اس قسم میں اکٹھا کیا ہے۔یہ سزائیں ان جرائم (حرام اعمال) کے نتیجے میں عائد ہوتی ہیں جن کا بدلا لینا انسان کا حق (right of indemnification or right of retaliation) ہے۔لہٰذا انسان جو اس جرم کے نتیجے میں متاثر ہو، وہ چاہے تو سزا کے ذریعے بدلہ لے لے یا مقررہ شرعی طریقے سے معاف کر دے۔کسی کو ناحق قتل کرنا یا کسی بھی طرح کا جسمانی نقصان پہنچانا ان جرائم میں شامل ہے اور ان کا بدلہ لینا واجب ہے۔جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی فرماتا ہے:۔**«كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلْقِصَاصُ فِى ٱلْقَتْلَى ٱلْحُرُّ بِٱلْحُرِّ وَٱلْعَبْدُ بِٱلْعَبْدِ وَٱلْأُنثَىٰ بِٱلْأُنثَىٰ»** "تمہارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے آزاد آدمی نے قتل کیا ہو تو اس آزاد ہی سے بدلہ لیا جائے، غلام قاتل ہو تو وہ غلام ہی قتل کیا جائے، اور عورت اِس جرم کی مرتکب ہو تو اس عورت ہی سے قصاص لیا جائیگا" (سورۃ البقرۃ 178)۔البتہ مقتول کے لواحقین اگر قاتل کو معاف کرنا چاہیں تو دیت (خون بہا) دیکر معاف کر سکتے ہیں جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:۔**«فَمَنْ عُفِىَ لَهُۥ مِنْ أَخِيهِ شَىْءٌ فَٱتِّبَاعٌۢ بِٱلْمَعْرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَٰنٍ»** "اگر کسی قاتل کے ساتھ اس کا بھائی کچھ نرمی کرنے کے لیے تیار ہو، تو قاتل کو معروف طریقے کے مطابق خون بہا دینا چاہیے (سورۃ البقرۃ 178)۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" **مَنْ قَتَلَ متعمداً دُفِعَ إلى أولياء المقتول، فإن شاءوا قتلوه، وإن شاءوا أخذوا الدية**" جسے قصداً قتل کر دیا جائے تو اس کے والی وارثوں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے، یا تو وہ قاتل کو قصاص میں قتل کر دیں، یا دیت لے لیں۔" (ترمذی)۔

جنایات کی مثالوں میں قصاص، خون بہا اور جسم کے کسی حصے کو نقصان پہنچنے پر دیت کی سزائیں شامل ہیں۔

3۔تعزیر:

شرع نے تعزیر ان سزاؤں کو ٹھہرایا ہے جن کی قرآن وسنت میں کوئی مخصوص سزا مقرر نہیں۔جن جرائم کے کرنے سے ایک شخص حدود یا جنایات کا مرتکب ہوتا ہے وہ اسی جرم کے مطابق مخصوص سزا پاتا ہے اور اس پر تعزیر کا حکم نہیں لگتا۔لیکن اگر جرم کی کوئی مخصوص سزا قرآن وسنت نے واضح نہ کی ہو، اس صورت میں مجرم پر تعزیر کا حکم لگے گا۔تعزیر اس جرم کی سزا ہے جس کے لئے نہ تو مخصوص حد ہو اور نہ ہی کفارہ۔مثال کے طور پر کسی شخص کو جسمانی نقصان پہنچانے کی مخصوص سزا شرع نے بتائی ہے، اسی لئے

اس جرم پر مزید کسی سزا یعنی تعزیر کا حکم نہیں لگے گا۔ مزید یہ کہ تعزیر کا حکم قاضی جرم کی نوعیت کے مطابق اجتہاد کی بنیاد پر لگاتا ہے۔ لیکن خلیفہ یا قاضی اپنی مرضی کی کوئی بھی سزا تعزیر کے طور پر عائد نہیں کر سکتا کیونکہ شرع نے کچھ سزاؤں کو خصوصاً ممنوع قرار دیا ہے جیسا کہ آگ سے جلانا وغیرہ۔ البتہ مقررہ حدود اور جنایات کی سزاؤں کا کچھ حصہ تعزیر کے طور پر مقرر کر سکتا ہے۔

تعزیر باقی سزاؤں (حدود اور جنایات) سے اس طرح بھی مختلف ہے کہ اس میں ریاست کی طرف سے معافی کی گنجائش ہوتی ہے جو کہ حدود اور جنایات میں نہیں ہوتی۔ کیونکہ حدود اور جنایات اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور بندوں کے حقوق کی براہِ راست خلاف ورزی کی وجہ سے عائد ہوتی ہیں اور ریاست کے پاس یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ خالق یا بندوں کے طرف سے معاف کر دے لہٰذا ان جرائم کے نتیجے میں سزائیں لازم ہوتی ہیں۔ البتہ تعزیر الگ معاملات کے لئے عائد ہوتی ہے تو ریاست اس کی سزا کو کم کر سکتی ہے یا مجرم کو معاف بھی کر سکتی ہے، جیسے حکمران پر جھوٹا الزام عائد کرنا۔

دراصل تعزیر کی سزائیں جرم کی نوعیت کے مطابق قیاس کی جاتی ہیں چنانچہ اس کے لئے شارع کا اشارہ (قرینہ) ہی بتاتا ہے کہ جرم (یعنی ناپسندیدہ یا حرام عمل) کی شدت (intensity) کتنی ہے کہ جس کے مطابق سزا دی جائے۔ مزید یہ کہ ان سزاؤں کی تبنی اور نفاذ کے لئے حقیقت کی مکمل آگاہی کی ضرورت ہوتی ہے اور شرعی علت "(حرام سے) روکنے" (prevention) کی بنا پر ان سزاؤں (تعزیر) کی تبنی کی جاتی ہے۔ چند تعزیری سزائیں مثال کے طور پر درج ذیل ہیں:

1۔ اگر کوئی شخص زنا بالجبر (rape) کی کوشش کرتا ہے لیکن کسی رکاوٹ کی وجہ سے وہ اس عمل کو سرانجام نہیں دے پاتا کہ اس پر حد نافذ ہو، اس صورت میں مجرم کو تعزیر کی شکل میں تین سال قید، کچھ حصہ کوڑے کی سزا اور جلاوطن کیا جائے گا۔ یہ اس وجہ سے کہ جو عمل وہ اس رکاوٹ کے نہ ہونے کی وجہ سے کرتا وہ صریحاً حرام عمل ہے اور جس جرم کی شرع میں خاص سزا بھی مقرر ہے۔ لیکن چونکہ وہ حرام عمل مکمل نہیں ہوا لہٰذا سزا (حد) بھی پوری نہیں لگے گی۔

2۔ فحش لٹریچر، آڈیو، ویڈیو یا اس طرح کی سروسز بیچنے پر چھ مہینے قید کی سزا۔

3۔ اگر کوئی شخص نشہ (چرس، ہیروئن وغیرہ علاوہ شراب) لیتا ہے تو اس پر کوڑے، پانچ سال قید، اور جرمانے کی سزا۔

4۔ اگر کوئی شخص، باوجود اس بات کا علم ہونے کے، ایسی زمین، اشیاء وغیرہ خریدتا ہے جو چوری کی گئی ہوں تو اس کو تین مہینے سے دو سال تک کی قید کی سزا اور یہ کہ وہ متاثرہ شخص کا ازالہ (compensate) بھی کرے۔

5۔ جو شخص اسلامی ریاست کو توڑنے کے لئے یا کسی اور مقصد سے وطنیت (عصبية) کی دعوت دیتا ہے یا اس کو پھیلاتا ہے تو اس کو جرم کی نوعیت (intensity) کے مطابق پانچ سال سے پچاس سال تک قید کی سزا۔

4۔ مخالفات:

مخالفات شرع نے ان سزاؤں کو کہا ہے جو امام یا خلیفہ کی نافرمانی کی وجہ سے عائد ہوتی ہیں۔ شرع نے مباح معاملات مثلاً ٹریفک کنٹرول جیسے ریاستی انتظامات وغیرہ میں خلیفہ کو مشاورت اور قابلیت کی بنیاد پر فیصلہ کرنے اور قانون سازی کا اختیار دیا ہے۔ لہٰذا ان انتظامی قوانین کی خلاف ورزی خلیفہ کی نافرمانی ہی ہو گی۔ اسی طرح خلیفہ کے معاونین اور والی کی نافرمانی بھی خلیفہ کی اطاعت کی خلاف ورزی ہو گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خلیفہ (سلطان) کی اطاعت کو فرض کہا ہے، فرمایا: «**يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ**» "اے ایمان والو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں" (سورۃ النساء 59)۔ یعنی اطاعت کرو ان کی جنہیں امت نے منتخب کر کے صاحب امر بنایا ہے۔

اسی طرح خلیفہ کے مقرر کیے ہوئے امیر کی اطاعت بھی فرض ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((من أطاعني فقد أطاع الله، ومن عصاني فقد عصى الله، ومن يطع الأمير فقد أطاعني، ومن يعص الأمير فقد عصاني)) "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی" (بخاری)۔ البتہ اطاعت صرف معروف میں جائز ہے یعنی کہ اگر خلیفہ یا امام کسی گناہ کا حکم دے تو اس صورت میں کوئی اطاعت نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ۔«إِنَّمَا الطَّاعَةُ فِي الْمَعْرُوفِ» "اطاعت صرف خیر کے کاموں میں ہے" (صحیح بخاری 7145)۔

اس سے واضح ہوا کہ امیر کی نافرمانی گناہ ہے، لیکن چونکہ شرع نے اس جرم کی سزا مقرر نہیں کی لہٰذا اسلامی ریاست کا قاضی ایسے کسی جرم کی سزا عائد کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے فقہاء نے ان سزاؤں کو الگ سے نہیں بلکہ تعزیر میں ہی شامل کیا ہے۔ لیکن زیادہ صحیح رائے یہی ہے کہ مخالفات اور تعزیر الگ قسم کی سزائیں ہیں: تعزیر ان سزاؤں کو کہا گیا جو براہ راست اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کے نتیجے میں عائد ہوتی ہیں جبکہ مخالفات وہ سزائیں ہیں جو حکمران کی نافرمانی کی وجہ سے عائد ہوتی ہیں۔

یہاں یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ خلیفہ کا کسی حکم کو نافذ کرنا خالص احکام شریعت کی تبنی ہے نہ کہ اپنی طرف سے کوئی حکم لگانا اور جہاں شرع نے خلیفہ کو اختیار دیا ہے وہاں بھی خلیفہ کسی حکم شرعی کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ جہاں تک مباح معاملات جیسے بیت المال کے تحفظ کے لیے اقدامات، شہروں کی تعمیر، اور افواج کی درجہ بندی وغیرہ کا تعلق ہے تو ان کے لئے شرع نے خلیفہ کو حکم لگانے کا اختیار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے کچھ اصحاب کو کھجوروں میں گابھ لگانے سے متعلق اپنی رائے پیش کی لیکن پھر فرمایا، **«أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ»** "تم اپنے دنیا کے معاملات کو زیادہ جاننے والے ہو" (صحیح مسلم 6128)۔ یعنی ان مباح معاملات میں جہاں دنیاوی ہنر کی ضروری ہوتی ہے انسان خود اپنی عقل سے فیصلہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح انتظامات (administration) سے متعلق خلیفہ قوانین کی تبنی کر سکتا ہے اور ان معاملات کے لئے سزائیں بھی مقرر کر سکتا ہے۔